احکامِ اجارہ

(کرایہ داری واجرت کے احکام)

احسان اللہ شائق

(دوسری قسط)

ہڑتال کے دنوں کی تنخواہ لینا جائز ہے:

سوال: مثلاً اسکولوں کے اساتذہ نے حکومت کے سامنے کچھ مطالبات پیش کئے لیکن حکومت نے ان کے مطالبات ماننے سے انکار کر دیا بار بار یاددہانی کے باوجود حکومت نہیں مانی تو اساتذہ نے مجبور ہو کر ہڑتال کر دی اور طالبعلموں کو پڑھانا چھوڑ دیا لیکن خود اسکول میں پابندی سے حاضری دیتے رہے، تو کیا ہڑتال کے دنوں کی تنخواہ حلال ہوگی؟ جبکہ انہوں نے پڑھایا نہیں؟

جواب: چونکہ جمہوری حکومتوں میں ملازمین کو ہڑتال کرنے کا قانونی حق حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں، ان کی تنخواہ حلال ہوگی۔ (ماخوذ از فتاویٰ حقانیہ۔۶:۲۶۱)

ویزہ نکلوانے پر رقم وصول کرنے کا حکم:

ایک آدمی کو دوسرے ملک کے لیے ویزہ ضرورت ہے، لیکن خود حاصل کرنا دشوار ہے، اب ایک دلال مقررہ فیس سے کئی گناہ زیادہ رقم لیکر ویزہ حاصل کر کے اس کے حوالے کرتا ہے تو اس معاملہ کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ویزہ اس آدمی کا حق بنتا ہو مگر بغیر رشوت حاصل نہ کر سکتا ہو، تو دینے والے کے لئے حرام نہیں البتہ رشوت لینے والے کے لئے حرام ہے، اب جو آدمی درمیان میں کام کر رہا ہے، اس کی اجرت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ باقاعدہ طور پر بھاگ دوڑ کر کے وقت خرچ کر کے اس کام کو انجام دیتا ہے تو اس کی اجرت جائز ہوگی۔

قال العلامة قاضی خان رحمهالله : اهل بلدة ثقلت علیهم المونات فاستاجر و ارجالا باجر معلوم لیذهب الی السلطان ویرفع القصه یخفف عنهم السلطان نوع تخفیف

☆ قال الشافعی رحمه الله تعالی : الفقهاء کلهم عیال ابی حنیفه فی الفقه ☆

واخذ الاجرمن عامة اهل البلدة من الغنياء والفقراء قالوا: ان كان بحال لو ذهب الى بلدة السلطان يتهي، اصلاح في يوم او يومين ازت الاارة وان كان بحال لا يحصل المقصود في يوم او يومين وانما يحصل في مدة فان وقتو الاجارة وقتا جازت الاجارة وله كل الحمسى وان لم يوقتوا فسدت الاجارة وكان له الاجر المثل على اهل البلدة على قدر مونتهم ومنافعهم. (فتاویٰ قاضی خان: ۱۸/۳، باب الاارة الفاسدة)

تعویذ پر اجرت لینا جائز ہے۔

تعویذ جواز کی شرائط یہ ہیں کہ

۱۔ الفاظ صحیح ہوں۔

۲۔ الفاظ منقولہ یعنی آیات وحدیث میں واردشدہ ہوں،

۳۔ شرکیہ الفاظ نہ ہوں۔

۴۔ تعویذ کو مؤثر بالذات نہ سمجھے

اگر یہ شرائط پائی جائیں تو تعویذ جائز ہے اوراس پر اجرت لینا بھی جائز ہے، کیونکہ تعویذ علاج کے حکم میں ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله : لان المتقدمين المانعين الاستيجار مطلقاً جوزو الرقية بالا جرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوى لا نها ليست عبادة محضه بل من التداوى. (رد المختار: ۵۷/۹ باب الاجارة الفاسدة)

مکانوں اور دکانوں کی پگڑی کا حکم:

آج کل مکانوں اور ردکانوں کی پگڑی کا عام رواج ہوگیا ہے جس کا نام حق قرار بھی ہے، بسا اوقات مالک مکان دکان اپنا مکان، دکان طویل مدت کے لئے کرائے پر دیتا ہے اور کرایہ کے علاوہ کچھ رقم یکمشت لیتا ہے، کرایہ دار یکمشت رقم دے کر اس بات کا حقدار ہو جاتا ہے کہ کرایہ دار طویل مدت تک یا سیٹ باقی رکھے پھر بسا اوقات کرایہ دار اپنا حق دوسرے کرایہ دار کی طرف منتقل کر دیتا ہے اور

اس سے یکمشت رقم وصول کرتا ہے اور اس معاملہ کو عرف میں پگڑی فروخت کرنا کہا جاتا ہے اب رقم ادا کرنے کے بعد دوسرا شخص مالک مکان دکان سے عقد اجارہ کا حقدار ہو جاتا ہے یا اگر مالک مکان دکان کرایہ دار سے مکان یا دکان جو واپس لینا چاہے تو اس کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے کہ کرایہ دار کو اتنی رقم ادا کرے جس پر دونوں راضی ہوں اس یکمشت لی جانے والی رقم کو مختلف بلاد عربیہ میں ''خلو'' کہا جاتا ہے جبکہ ہندو پاک میں 'پگڑی' یا 'سلامی' کہتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے یہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: شرعاً اس کا لین دین دونوں ناجائز ہیں کیونکہ یہ رقم یا تو ''رشوت'' ہے یا ''حق مجرد'' کا عوض ہے اب اگر کسی نے ایسا معاملہ کرلیا تو دونوں فریق پر توبہ کرنا اور اس رقم کو واپس کرنا لازم ہے۔

قال العلامة الصابونی: اذا نتهت مدةُ الاجارة، فعلی المستاجر ان یسلمها لصاحبها، ولیس له حق فی ان یخلیها لغیره، علی ان یاخذ منه مبلغافی نظیر الاخلاء، کما یفعله بعض الناس الیوم، لان ملك الدار او الدکان لصاحبها المالك، فتکون المنفعة له ـ لا للمستاجر، یتحکم فیها کیف شاء، وهذا الذی یسمیه الناس "حق الخلو" او "حق نقل القدم" لیس بالامر الشرعی۔

ویمکنه ان یستاجرها مدة اخری، ثم یوجرهالغیره، او یاخذ قیمة الزینة المسمی "الدیکور" من المستاجر الثانی، ویتعاقد هذا المستاجر مع مالکها، الاصله بالمبلغ الذی یتفقان علیه امّا ان یاخذ ماشاء من خلو، کانه مالکها، ویمنع مالکها من تاجیرها الان یرضی بذلك المالك، وکما لا یحق للمستاجر ان یفوت علی الموجر التصرف بملکه، کذلك لا یجوز للمالك أن یضیع حق المستاجر، فیما انفق علی المحل من مال لتحسین المحل وتزینه، بل یکرمه ویرضیه، فهذا هو شرع الله وینه المحکم العادل ﴿لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾

قال الشیخ خلیل فی الموسوعة الفقهیة: الخلو المعروف الان فی زماننا ان یستاجر شخص دکاناً مثلاً: باجرةٍ شهریة او سنویة، ثم یرید اخلاءً لغیره، علیٰ اَن یاخذ منه مبلغاً فی نظیر الاخلاء، وهو غیر صحیح عند جمهور العلماء، لانّ ید المستاجر علیه، یدُ أمانةٍ، لا یستحقُ ان یاخذ علیها شیأً، والدکان لیست ملکاًله۔

ولا یقال هذه ضرورة لا یمکن الاحتراز عنها فتحل، فان الضرورة هی التی لا یمکن لاحد

ان يتجنبها، مثل ضرورة ماء، اى طين، الشوارع فى الشتاء، ولا نه لو صحّ بيعه لاحدٍ لصح لمالكه۔ (الموسوعة الفقهية: ۱/۳۵۵)

وقد قال بعض العلماء المتاخرين، يجوز للمستاجر ان ياخذ شيئاً مقابل تنازله عن اختصاصه بمنفعة العقار الماجور، لشخص آخر يحلّ محلّه، بناءً على العرف الخاص فى التنازل عن الوظائف، الذى افتى به بعضُ المتاخرين، والخلو عند الفقهاء معناه ان توجد مثلاً: دار خربة، اوارض موقوفة وليس للواقف ريع يعمر به الارض، فيدفع شخص مبلغاً لجهة الوقف لبناء الارض، او تعمير الدار الخربة، على ان يدفع اجرةً كلّ سنة تسمى "حِكْراً" فهو يملك المنفعة، وتسمى هذه المنفعة بالخلو، وهذا الذى ذكره الفقهاء غير الخلو فى زماننا، ومن هذا يتبينّ لنا انه لا يجوز اخلاء لغيره على ان ياخذ منه مبلغاً فى نظير الاخلاء، فانه من قبيل اكل اموال الناس بالباطل، وليس الامر كما يدّعيه البعض من انه يجوز عملاً بعرف الناس، فانه لاقيمة للعرف اذا خالف النصّ، فانه لا يجوز ان يُقال :يباح شرب الخمر مثلاً: فى هذا الزمان استناداً الى العرف۔(فقه المعاملات)

خلاصہ یہ ہے کہ بعض عبارات فقہاء سے بعض علماء کو مروجہ پگڑی کے جواز کا شبہ ہوا کہ وہ اس کو "جدک" پر قیاس کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ "جدک" اور "خلو" دونوں جداگانہ الگ الگ چیزیں ہیں، اس لئے خلو کو جدک پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ الرحمہ نے تنقیح الحامدیہ میں ذکر کیا ہے چنانچہ موصوف "سکنی" کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

" وهو غير الخلو الذى هو عبارة عن القدمية ووضع اليد، خلا فالمن زعم هو، واستدل بذلك على جواز بيع الخلو، فانه استدلال فاسد لما علمت من ان السكنى اعيان قائمة مملوكة، كما اوضحه العلامة الشر نبلالى فى رسالة خاصة لكن اذا كان هذا الجدك المسمى بالسكنى قائما فى ارض وقف فهو من قبيل مسا لة البناء او الغرس فى الارض المحتكرة، لصا حبه الاستبقاء باجرة مثل الارض، حيث لا ضرر على الوقف، وان ابى الناظر، نظراً للجانبين على ما مشىٰ عليه فى متن التنوير۔۔۔ولا ينافيه ما فى التجنيس من ان لصاحب الحانوت ان يكلفهٗ رفعه، لان ذاك فى الحانوت الملك، بقرينة مافى الفصولين:

☆عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃً مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاءً☆

والفرق ان الملك قد يمتنع صاحبه عن ايجاره، ويريدان يسكنه بنفسه او يبيعهُ او يعطله، بخلاف الموقوف المعد لا يجار، فانه ليس للناظر الاان يوجره، فايجاره من ذي اليد باجرة مثله اولیٰ من ايجاره من اجنبي لمافيه النظر للوقف ولذي اليد۔"

(تنقيح الفتاوىٰ الحامدية لا بن عابدين: ۲ / ۲۰۰)

''سکنیٰ'' اس خلو کے علاوہ ہے جومحض پرانا کرایہ دار ہونے اور قابض ہونے کا نام ہے ان لوگوں کے برخلاف جن کا یہ گمان ہے کہ ''سکنیٰ'' ہی ''خلو'' کی بیع کے جواز پر استدلال کیا ہے یہ استدلال فاسد ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہو چکا کہ ''سکنیٰ'' پائیدار اور مملوک اعیان کا نام ہے جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے ایک مستقل رسالہ میں اس کی وضاحت کی ہے، لیکن اگر یہ ''جدک'' جس کو ''سکنیٰ'' کہا جاتا ہے وقف کی زمین میں قائم ہوتو یہ اسی طرح کی چیز ہوگی جیسا کہ محتکرہ زمین میں عمارت تعمیر کرنے یا درخت لگانے کی صورت میں ہوتا ہے اس صورت میں صاحب جدک کو کرایہ مثل دے کر اسے اپنے قبضے میں باقی رکھنے کا اختیار ہے کرایہ مثل کی شرط اس واسطے ہے تا کہ وقف کا نقصان نہ ہو، اگر چہ وقف کا متولی اس پر راضی نہ ہو، دونوں فریقوں کی رعایت کرتے ہوئے یہی قول التنویر میں اختیار کیا گیا ہے۔۔۔۔التجنیس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ دوکان کے مالک کو اختیار ہے کہ کرایہ دار کو جدک ہٹانے پر مجبور کرے یہ بات ہماری مذکورہ بالا بات کے منافی نہیں ہے کیونکہ التجنیس میں جو بات لکھی ہوئی ہے وہ اس دکان کے بارے میں ہے جو شخصی ملکیت ہے اس کا قرینہ جامع الفصولین کی یہ عبارت ہے: ملکیت اور وقف میں فرق یہ ہے کہ جو مکان شخصی ملکیت ہو اس کا مالکمکان کبھی اس کو کرایہ پر دینے سے باز آجاتا ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ خود اس میں رہائش اختیار کرلے یا اسے فروخت کردے یا معطل چھوڑ دے لیکن جو مکان وقف کی ملکیت ہے اور کرایہ پر دینے کے لئے بنایا گیا ہے اس کے بارے میں وقف کے متولی کو کرایہ پر دینے کے سوا چارہ کار نہیں، لہٰذا اس مکان پر جس شخص کا قبضہ ہے اسی کو اجرت مثل پر کرایہ پر دینا کسی اجنبی شخص کو کرایہ پر دینے سے زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ اس میں وقف اور صاحب قبضہ دونوں کی مصلحت کی رعایت ہے۔''

مروج پگڑی کا متبادل:

ہم نے اوپر تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ دکان یا مکان کرایہ پر لیتے وقت ''پگڑی'' یا سلامی کے نام

سے جو رقم وصول کی جاتی ہے، شرعاً اس کا لین دین نا جائز ہے، اس لئے ایسا معاملہ کرنے سے اجتناب کیا جائے، البتہ پیشگی کرایہ وصول کرنا جائز ہے، لہٰذا اس کی جائز صورت یہ ہوسکتی ہے کہ کرایہ کا معاملہ کرتے وقت کرایہ دار سے خاص مقدار میں یک مشت رقم لے لی جائے، جسے متعینہ مدت کا پیشگی کرایہ قرار دیا جائے، اب آگے، ماہانہ کرایہ کے ساتھ اس رقم کا ایک حصہ کٹوا دیا جائے، یا یہ کہ جب تک یہ رقم ختم نہ ہو مزید کرایہ وصول نہ کیا جائے اور اگر جتنے مہینے کا کرایہ بنتا ہے اس سے پہلے اجارہ فسخ ہو جائے تو مالک کے ذمے واجب ہوگا کہ حساب کر کے بقیہ رقم واپس کردے۔

نا جائز ملازمت کی پنشن کا حکم:

ایک شخص کوئی نا جائز ملازمت کر رہا تھا، اب پنشن مل رہی ہے، تو کیا اس پنشن سے اس کو یا کسی دوسرے کو انتفاع کرنا جائز ہے؟

اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی پنشن جائز ہے بشرطیکہ پنشن دینے والے ادارے کے ذرائع آمدن حلال ہوں، ورنہ اصل تنخواہ کی طرح اس پنشن کا لینا بھی حرام ہوگا، جیسے بینک کی پنشن کہ تنخواہ اور پنشن دونوں سود سے دی جاتی ہیں۔ (الفتاویٰ: ۳۱۷/۴)

نکاح خوانی کا حکم:

نکاح پڑھوانے کی اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ اس سے اجرت لی جائے جس نے بلایا ہے اور وہی شخص اجرت لے جس نے نکاح پڑھایا ہے اور یہ جو رواج ہے کہ بلانے والا لڑکی والا ہوتا ہے اور اجرت لڑکے والے دیتے ہیں یہ نا جائز ہے۔

نیز یہ رواج بھی نا جائز ہے کہ نکاح پڑھانے والے کو تھوڑی سی اجرت دے کر باقی روپیہ قاضی کو بطور حق کے دیا جاتا ہے، قاضی نے جب کام نہیں کیا تو اس کا حق کچھ نہیں۔

(الاحکام: ۶۱۱/۳، کتاب الاجارہ)

البتہ قاضی اگر نکاح رجسٹرار ہو تو سرکاری فیس اور فارم کی لکھوائی وصول کر سکتا ہے، جو پہلے سے متعین کر لی جائے تا کہ بعد میں نزاع پیدا نہ ہو۔

☆الاصل براۃ الذمہ ☆ بنیادی طور پر ذمہ سے بری ہونا مقصود ہے☆

مدرسہ کا مکان بینک کو کرایہ پر دینا:

مدرسہ کا مکان یا دکان بینک کو کرایہ پر دینا اعانۃ علی المعصیت ہونے کی وجہ سے شرعاً ممنوع ہے، سود کی برائی اور وعیدوں کے پیش نظر مدرسہ کا مکان یا دکان بینک کو کرایہ پر دینے کی جرات نہ کی جائے اگر چہ کرایہ زیادہ ملتا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبك كثرة الخبیث فاتقو الله یا اولی الالباب لعلكم تفلحون﴾ (المائدة)

''آپ فرما دیجئے کہ نا پاک اور پاک برابر نہیں گو تجھ کو نا پاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو۔'' (مائدہ)

نا جائز اشیاء فروخت کرنے والے پر ملازمت کا حکم:

ایسی دکان میں ملازمت کا حکم جہاں نا جائز اشیاء کی فروخت، سودی لین دین اور دھوکہ فریب ہو اسی طرح جس دکان میں نا جائز خرید و فروخت ہو اس میں ملازمت کا کیا حکم ہے اس سلسلہ میں اس طرح کا سوال جواب امداد الاحکام سے نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: ایک بڑی دکان پر مختلف قسم کی اشیاء جائز و نا جائز فروخت ہوتی ہیں، مگر بمقابلہ نا جائز کے کثرت اشیاء جائزہ کی ہے، البتہ یہ بات ضروری ہے کہ معاملات بیع وشراء میں سودی معاملہ بھی کبھی کبھی برتا جاتا ہے، اگر چہ تاجر دکان مشتری سے سود لیتا تو کم ہے مگر بعض اوقات خود دوسرے کو دینے سے چارہ نہیں ہوتا، اس دکان پر متعدد ملازم ہوتے ہیں جن میں بعض جاہل محض ہوتے ہیں اور بعض کچھ شد بد والے، یہ ملازم دغا کذب وغیرہ بے کھٹکے اعلیٰ درجہ کا برتتے ہیں اور مالک دوکان باوجود وثوق آگہی کے ان افعال پر ملازمین سے کچھ تعرض نہیں کرتا۔

حاصل یہ کہ اس دکان پر ایک روپیہ میں آٹھ آنہ سے زائد کی نسبت سے لین دین کذب و دغا برتی جاتی ہے اور بعض معاملات بیع فاسد کے بھی ہوتے ہیں (مگر یہ بیع فاسد کے معاملات بوجہ لاعلمی مسائل فقہیہ ہوتے ہیں) پس ایسی دوکان پر ملازمین از قسم منشی گری، یا تعلیم اطفال، یا خرید و فروخت اشیاء دوکان درست ہے یا نہیں؟ اور یقین کامل ہے کہ تنخواہ اس ہی رقم دوکان سے ملے گی اور ایسی

دوکان پر بطور مہمان دعوت کھانا، یا پان و چائے معمولی اشیاء دوستانہ رسم کی خوردونوش درست ہے یا نہیں؟

جواب: سود دینے سے دکان کے مال میں حرمت نہیں آتی، دینے والوں کو گناہ ہوتا ہے اگر بدون سخت مجبوری کے دیں اور سود لینا مسلمان سے تو مطلقاً حرام ہے اور کفار سے لینا بھی بعض علماء کے نزدیک حرام ہے، مگر جب وہ قلیل ہے اور زیادہ آمدنی بے سودی ہے تو ملازم دوکان کو تنخواہ لینا جائز ہے جبکہ تنخواہ مال مخلوط سے دی جائے، اس طرح جب اشیاء حلال زیادہ ہیں تو غلبہ حلال کو ہے اور ملازموں کی دغا وفریب سے ان کو گناہ عظیم ہوتا ہے، اسی طرح دوکاندار کو بھی اگر وہ اس سے واقف ہے لیکن جو قیمت حاصل ہوتی ہے وہ حلال ہے گو کراہت سے خالی نہیں، لیکن دوکاندار کی ملک ہو جاتی ہے، اسی طرح بیع فاسد میں قبضہ سے دوکان دار کی ملک ہو جاتی ہے، البتہ کراہت وخبث ضروری ہے اب اگر ملازم دکان کو یہ معلوم ہو کہ یہ تنخواہ جو مجھے دی گئی ہے یہ بیع فاسد کے ثمن سے دی گئی ہے یا سود کی آمدنی سے، جب تو اس کا لینا درست نہیں اور اگر سب مخلوط ہو اور اس کو معلوم نہ ہو کہ یہ تنخواہ بیع صحیح کی قیمت سے ہے یا فاسد کی تو تنخواہ لینا حلال ہے۔

قال في الاشياه :غلب على ظنه ان اكثر بياعات اهل السوق لا تخلو عن الفساد ، فان كان الغالب هو الحرام تنزه عن مرائه ، لكن مع هذا لو شتراه يطيب له اه، قال الحموی:ووجهه ان كون الغالب هو الحرام لا يستلزم كون المشترى حراماً، لجواز كو نه من الحلال المغلوب والا صل الحل اهه.(ص ۹۲)

اور ایسے دوکاندار کی دعوت وضیافت وہدیہ وغیرہ قبول کرنا درست نہیں، لعدم تبدل الملک فیہ بیعاً وشراء ، ولعدم الحاجۃ الی ذلک۔

وقال الشيخ دام ظله: اذا اعطى الموجر الاجرة من المال المخلوط والا جير عالم بالخلط ، فكيف يجوزله اخذها، والخبث قد تمكن بها بالخلط ، قلت:هذا على قولهما، وهو الاحوط،ولكن على قول ابى حنيفة فالخلط مستهلك ، فان قيل هذا يفيد ملكه لا جل استمتاعه به ، قلت:عبارات الفتاوى تدل على جواز الاستمتاع ايضاً على قوله قال في فتاویٰ قاضی خان ان كان غالب مال المهدی من الحلال ، لا باس بان يقبل الهدية ويا كل مالم يتبين عنده انه حرام، لانه اموال الناس لا تخلو عن قليل

☆من استعجل الشئى قبل اوانه عوقب مجرمانه ☆

حرام فيعتبر الغالب ، واذا مات عامل من عمال السلطان واو صى ان يعطى الحنطة للفقراء ، قالوا: ان كان ما اخذ ه من الناس مختلطا بماله لا باس به ، وان كان غير مختلط لايجوز للفقراء ان يا خذه اذا علم انه مال الغير ، فان كان ذلك الغير معلوماًرده اليه ، وان لم يعلم الاخذ انه من ماله او مال غيره، فهو حلال حتّٰى يتبين انه حرام، قال الفقيه ابو الليث ان كان مختلطاًبماله على قول ابى يوسف و محمد هو على ملك صاحبه ، لا يجوز اخذه الاليرده على صاحبه، وعلى قول ابى حنيفة يملك المال بالخلط ويكون لِلاٰخذ ان يا خذ اذا كان فى بقية مال ا لميت وفاء بمقدار مايودى به حق الخصماء اهه. (الاحكام:۴/۵۳۴.۵۳۵ اجارة)

مچھلی شکار کرنے کی اجرت کا حکم:

بعض لوگ مچھلی شکار کرنے کے لئے لوگوں کو مزدور رکھتے ہیں وہ سمندر سے مچھلی شکار کر کے لاتے ہیں اور مالک کے حوالے کرتے ہیں مالک ان کو اجرت دیتا ہے کیا شرعاً یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

قال العلامة الحصكفى رحمه الله: استاجره ليصيدله او يحتطب له فان وقت لذالك وقتا جاز والا لا. وقال ابن عابدين رحمه الله: (تحت قوله جاز)لانه اجيرو حد وشرطه بيان الوقت وقوله والا لا اى والحطب للعامل. (جه٦ ، كتاب الاجاره)

وفيه فلولم يوقت وعين الحطب فسد والحطب للمستاجر وعليه اجر مثله.

مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا کہ اگر ان کو ماہانہ یا سالانہ ملازم رکھے اور اجرت وقت کی ادا کرے چاہے مچھلی ملے یا نہ ملے تو یہ معاملہ جائز ہے،اجرت حلال ہوگی، مچھلی جو ملے سب مالک کی ہوگی اور اگر وقت مقرر نہ کرے بلکہ مزدوروں کو جال حوالہ کر کے شکار کے لئے بھیجے اور مچھلی کی کچھ مقدار کو اجرت ٹھہرائے جیسا کہ فی زمانہ مروج ہے یہ صورت نا جائز ہے یہ اجارہ باطل ہوگا، مچھلی شکار کرنے والے کی ملک ہوگی، جال والے کو جال کی اجرت مثل ملے گی۔ (ھکذا فی امداد الفتاویٰ:۳/۳۷۶)

رشوت لینے والے ملازم کی تنخواہ کا حکم:

اگر کوئی ملازم سرکاری ہو یا پرائیوٹ دوران ڈیوٹی رشوت لیتا ہو اس کی تنخواہ حلال ہوگی یا نہیں؟ اس

☆جس نے قبل از وقت کسی شی کے حصول کی کوشش کی اسے اس سے محرومی کی سزا دی جائے گی☆

بارے میں علماء فرماتے ہیں:

رشوت اکل بالباطل ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے باطل طریقہ پر لوگوں کے مال کھانے کو حرام قرار دیا۔

قوله تعالیٰ: ﴿ولا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل﴾

لہٰذا رشوت کھانا تو حرام ہے، البتہ نوکری میں حلال کام انجام دے اور جو وقت طے ہو اس میں مکمل ڈیوٹی کرے تو اس کام کی تنخواہ حلال ہوگی۔

رشتہ طے کرانے پر اجرت کا حکم:

اس زمانے میں بعض لوگوں نے رشتہ طے کرانے کو بطور پیشہ کے اختیار کرلیا ہے کیا شرعاً اس عمل پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ تو سمجھ لینا چاہیے کہ رشتہ طے کرانا اس کی حیثیت سفارش کی ہے اور سفارش ایک باعث اجروثواب عمل ہے، لیکن یہ عمل شرعاً غیر متقوم ہے، لہٰذا اس پر اجرت لینا ناجائز ہے۔ لا نه لم ينقل تقومه وتقوم المنافع بغير القياس فمالم ينقل لا يجوز القول بتقومه وايضاً فلا تعب فى الشفاعة ولا يعطون الاجر عليها من حيث انه عمل فيه مشقة بل من انها موثرة بالوجاهة والوجاهة وصف غير متقوم فجعلو اخذ الاجر عليها رشوة وسحتاً۔

(الفتاوىٰ: ۳۴۲/۳)

ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی پر اجرت لینا حرام ہے:

بلا معاوضہ ایصال ثواب کرنا جائز ہے کارثواب ہے، اپنے طور پر صدقات نافلہ، یا تلاوت یا تسبیح وتہلیل وغیرہ کا ثواب میت کو پہنچانا حدیث سے ثابت ہے۔ البتہ اس پر اجرت لینا اور دینا حرام ہے، ''قراۃ القرآن عند القبر''

اور اس پر اجرت کو عالمگیریہ اور جوہرہ میں اگرچہ جائز لکھا ہے جبکہ مدت متعین کر کے معاملہ کیا جائے لیکن عالمگیریہ وغیرہ کے اس فتویٰ کی علامہ شامی رحمہ اللہ نے تردید وتغلیط کی ہے اس لئے صحیح یہ ہے کہ ''قراۃ القرآن'' پر اجرت لینا حرام ہے۔

لكونه استجار اللطاعة وهو لا يجوز واستثناء التعليم والاذان والامامة للضرورة ولا ضرورة فيه كما صرح به فى رد المختار، ۲۵/۵۔ (الاحکام: ۵۵۸/۳)

مدارسِ دینیہ کا عقد اجارہ:

مدارس دینیہ میں جو مدرسین ہوتے ہیں یہ اجیر خاص ہیں، جن کا عقد اجارہ عمل کی بجائے وقت پر ہے،جس کی مدت عرف مدارس دینیہ میں ایک سال ہے وہ شعبان اور رمضان کی تنخواہ کے بھی حقدار ہیں، البتہ بوقت عقد اس بات کی تصریح کر دی گئی تھی کہ یہ تعاقد آخر شعبان تک ہے تو رمضان کی تنخواہ کا استحقاق نہیں، یعنی یہ قاعدہ مقرر کرے کہ ہمارا معاہدہ یکم شوال سے ۲۹ شعبان تک ہے، اس کے بعد نیا ہوگا۔

وکالت کا پیشہ اختیار کرنے کا حکم:

وکالت کا پیشہ اختیار کرنا فی نفسہ جائز ہے، اس میں جائز طریقہ پر مقدمہ کی پیروی کر کے اجرت لینا بھی جائز ہے البتہ اس زمانے میں چونکہ وکیل کو جھوٹے مقدمات کی پیروی کرنا پڑتی ہے، جبکہ ظالم کی ظلم میں مدد کرنا حرام ہے، لہٰذا جھوٹے مقدمات کی پیروی سے جو کمائی حاصل ہوگی وہ حرام ہوگی اس کا استعمال بھی حرام ہوگا،اس لئے جھوٹے مقدمات کی پیروی سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ولا تعاونوا على الاثم والعدوان﴾ کہ گناہ اور ظلم میں کسی کے ساتھ تعاون مت کرو۔

نمازِ جنازہ پر اجرت لینا نا جائز ہے:

نمازِ جنازہ ایک عبادت ہے اور فرض کفایہ ہے جس طرح تلاوت قرآن مجید پر روپیہ پیسہ لینا جائز نہیں اسی طرح جنازہ پڑھانے والے کو بھی اجرت دینا لینا جائز نہیں۔

گندم کی کٹائی کی اجرت میں گندم دینا:

گندم ،دھان وغیرہ کی فصل کی کٹائی میں گندم کو بطور اجرت دینے کا کیا حکم ہے اس بارے میں ایک سوال جواب احسن الفتاویٰ سے نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: آج کل لوگ عام طور پر گندم اور چاول کی فصل کٹوا کر گندم اور چاول کی گھڑیاں اجرت میں دے دیتے ہیں یہ مرض گاؤں میں زیادہ ہے، مزدور پیسے بالکل نہیں لیتے زمینوں کے مالک اس بارے میں مجبور ہیں اور یہ مرض تقریباً عموم کی صورت اختیار کر گیا ہے، حالانکہ فقہ کی رو سے جس چیز پر عمل ہو اسی سے اجرت دینا جائز نہیں ہے اس مسئلہ کا کوئی حل بتائیے جس سے مسلمان گناہ سے بچ جائے۔

جواب: یہ صورت نا جائز ہے کیونکہ عمل سے اجرت دینا نا جائز ہے نیز گٹھے مقدار میں مختلف ہوتے ہیں اس لئے یہ اجرت مجہول ہے۔

جواز کی صورت یہ ہے کہ جس رسی میں گٹھا باندھا جائے گا اس کا طول متعین کرلیا جائے اور یہ طے کرلیا جائے کہ مزدور کی کاٹی ہوئی فصل میں سے دینا شرط نہیں، بلکہ فلاں خاص قسم کے گندم کا اتنا بڑا گٹھا اجرت میں دیا جائے گا، خواہ وہ کہیں سے بھی دے۔ (الفتاوی: ۳۱۲/۷)

کتابیں کرایہ پر دینے کا حکم:

بعض دوکاندار کتابیں کرایہ پر دے کر کمائی حاصل کرتے ہیں اسی طرح بعض لوگ قرآن کریم کے سپارے قرآن خوانی کے لئے کرایہ پر دیتے ہیں، شرعاً یہ اجارہ ممنوع ہے اگر کسی نے لے کر مطالعہ کرلیا تو اس پر اجرت لازم نہیں۔

وفی الهندية قال:ولو استاجر كتباليقراء فيها شعراً كان او فقها او غير ذالك لا يجوز ولا اجرله وان قراء، وكذالك اجارة الصحف، وكان هذا كله نظير من استاجر كرماً ليفتح له بابه فينظر فيه للاستئناس من غير ان يد خله الخ (عالمگيريه: ٥٠٨/٤ الاستئجار على الطاعته)

ناول کرایہ پر دینا:

بعض لوگ دکان میں مختلف قسم کے فحش ناول قصہ کہانی کی کتابیں رکھتے ہیں ان کو کرایہ پر دے کر آمدنی حاصل کرتے ہیں، اولاً تو فحش تصاویر والے لٹریچر اسی طرح ناول، جرائم پیشہ لوگوں کے حالات پر مشتمل قصے یا فحش اشعار وغیرہ اسی طرح اہل باطل کے خیالات کا مطالعہ کرنا بھی عوام کے لئے گمراہی کا سبب ہونے کی وجہ سے نا جائز ہے اس کے لئے کتب فراہم کرنا یہ نا جائز کام میں تعاون ہونے کی وجہ سے گناہ کا کام ہے، ثانیاً فی نفسہ کتابوں کو کرایہ پر دے کر اجرت حاصل کرنا بھی شرعاً ممنوع ہے، خواہ کتابیں اچھی ہوں، چہ جائیکہ ایسے مخرب اخلاق کتابوں کو کرایہ پر دیا جائے۔ (حوالہ بالا ملاحظہ فرمائیں) اس کی آمدنی بطریق اولیٰ حرام ہوگی۔

☆الضرر لا يزال بالضرر نقصان کا ازالہ نقصان سے نہیں کیا جائے گا☆

کرایہ پر دی ہوئی چیز گم ہو جانے کی صورت میں ضمان کا حکم:

اگر کسی نے کوئی چیز کرائے پر لی اور پھر اس کے ہاتھ سے گم ہوگئی اس پر ضمان لازم ہوگا یا نہیں اس بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر اس کرایہ دار نے مکمل حفاظت کا اہتمام کیا اس کے باوجود گم ہوگئی تو ضمان لازم نہیں ورنہ لازم ہے،اس بارے میں ایک سوال و جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال:ایک شخص میری دکان سے سائیکل کرایہ پر لے گیا تھا اس کا بیان ہے کہ میں نے سائیکل کارخانہ کے دروازہ پر رکھی تھی لیکن جب میں واپس آیا تو سائیکل وہاں نہیں تھی، کسی شخص نے اٹھالی، اب دکاندار کو اس سائیکل کی قیمت لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: وہ سائیکل کرایہ دار کے ہاتھ میں امانت تھی اس کی حفاظت لازم تھی اگر وہ جگہ جہاں سائیکل رکھی تھی محفوظ جگہ نہیں ہے وہاں سے کسی کے اٹھا لینے کا اندیشہ تھا، پھر بھی حفاظت کے انتظام کئے بغیر وہاں رکھ دی اور کسی نے اٹھالی تو حفاظت میں کوتاہی کی جس کی وجہ سے دکاندار کو ضمان وصول کرنے کا حق حاصل ہے ورنہ نہیں۔

تراویح میں ختم قرآن پر اجرت لینا حرام ہے:

بیس رکعت تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت موکدہ ہے اور اگر نیک صالح حافظ قرآن میسر ہو جائے تو اس سے ایک ختم قرآن سننا بھی سنت ہے اور بڑے اجر وثواب کا باعث ہے، اگر کوئی ایسا صالح حافظ قرآن میسر نہ ہو جو بلا اجرت قرآن سنائے تو اجرت لے کر قرآن سنانے والے حافظ کی اقتداء میں تراویح پڑھنے کا کیا حکم ہے اس بارے میں ایک سوال و جواب ملاحظہ فرمائیں جو امداد الاحکام میں مذکور ہے۔

سوال: زید وعمر ایک ہی محلّہ کے رہنے والے ہیں اور اس محلّہ میں ایک ہی مسجد ہے، جس میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہے، زید نے اس مسجد میں ختم تراویح کے لئے اجرت پر ایک حافظ مقرر کیا، عمرو اس فعل کو حرام جانتا ہے اور حافظ کی اجرت کی شرط سے منکر ہے۔اس حالت میں عمرو ختم تراویح میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جو حافظ اجرت پر ختم قرآن شریف کے لئے رکھا گیا ہے، اگر وہ اس تنخواہ میں مہینہ بھر پانچوں

☆ التاسیس خیر من التاکید ☆تاسیس تاکید کی نسبت بہتر ہوتی ہے ☆

نمازوں کی امامت بھی کرے گا، تو اس کو واضح کر کے سوال کیا جائے اور اگر ایسا نہیں تو اس کے پیچھے قرآن سننے سے ثواب نہ ملے گا اور ایسا حافظ جو کہ فاسق بھی ہے، اس لئے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، پس عمرو اس حالت میں الگ نماز پڑھ لے، اس حافظ کے پیچھے نہ پڑھے۔

قال فی مراقی الفلاح ولذا کره امامة الفاسق لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانتهٔ شرعاً، فلا یعظم بتقدیمه، للامامة واذا تعذر منعهٔ ینقتل عنه الی غیره للجمعة وغیرها وان لم یقم الجمعة الا هو یصلی معه اهه.(ص ۱۷۶)

اور اگر اپنے گھر میں تراویح کی جماعت کر لے تو اور بھی اچھا ہے، باقی فرضوں کی جماعت ترک نہ کرے، اگر اس امام مذکور کے سوا اور کسی کے پیچھے فرض جماعت نہ ملے تو اس کے ہی پیچھے پڑھ لے۔

والاصل فیه ماحققه ابن عابدین فی رسالته " شفاء العلیل وبل الغلیل " من حرمة الاجارة والاستیجار علی مجرد تلاوة القرآن ولا یخفی ان الحافظ الذی لا یوم فی الصلوات الخمس وانما للتراویح ویختم فیها یا خذ الاجر علی ذالک انما هو یا خذ الاجر علی الامامة فامامة التراویح بمجردها لا یجوز اخذ لاجر علیها لعدم الضرورة التی بها ابیح الاجرة فی تعلیم القرآن وامامة المکتوبة والاذان وغیرها فانها فرائض او سنن موکدة من شعائر الاسلام و امامة التراویح سنة کفایة وتتاتی بقرائة سورة قصیرةٍ اخر القرآن ولا تتوقف علی الختم ،قال فی مراقی الفلاح:وسنن ختم القرآن فیها مرة فی الشهر علی الصحیح، وان مل به القوم قرا بقدر مالا یودی الی تنفیر هم فی المختار ، لان تکثیر القوم افضل من تطویل القراة وبه یفتی ، قال الزاهدی:یقرا کما فی المغرب ای بقصار المفصل بعد الفاتحه اهه.

قال الصدر الشهید: الجماعة سنة علی الکفایة فیها حتی لو اقامها البعض فی المسجد بجماعة و باقی اهل المحلة اقامها منفرداً فی بیته لا یکون تار کا للسنةِ لانه یروی عن افراد الصحابة التخلف اهه.(من مراقی الفلاح:ص ۳۲۰)

بخلاف جماعة المکتوبات فانها واجبة علی العین اوسنة موکدة وایضاً فانها من الشعائر فتحققت الضرورة فیها دون جماعة التراویح فلا یجوز اخذ الاجرة علی امامتها مجردة ولا علی الختم فیها والتخلف عن مثل هذا الامام اولیٰ. واللّٰه اعلم.

(الاحکام : ۵۵۹/۳، کتاب الاجارۃ)

جن ہوٹلوں میں شراب خنزیر کی خرید وفروخت ہوتی ہو، ان میں ملازمت کا حکم:

سوال: وہ مسلمان طلبہ جو حصول تعلیم کے لئے غیر مسلم ممالک کا سفر کرتے ہیں وہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان کے معاشی اخراجات کے لئے وہ رقوم نا کافی ہوتی ہیں جو ان کے والدین وغیرہ کی طرف سے ان کو بھیجی جاتی ہیں، چنانچہ وہ طلبہ معاشی اور تعلیمی اخراجات پورے کرنے کے لیے حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ وہاں ملازمت اختیار کر لیتے ہیں اور بعض اوقات ان طلبہ کو وہاں ایسے ہوٹلوں میں ملازمت ملتی ہے جن میں شراب اور خنزیر کی خرید وفروخت ہوتی ہے، کیا ان طلبہ کیلئے ایسے ہوٹلوں میں ملازمت اختیار کرنا جائز ہے؟

سوال: بعض مسلمان غیر مسلم ممالک میں شراب بنا کر بیچنے کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں، کیا اس طرح غیر مسلموں کے لئے شراب بنا کر بیچنا جائز ہے؟

جواب: ایک مسلم کے لئے غیر مسلم کے ہوٹل میں ملازمت اختیار کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ مسلمان شراب پلانے یا خنزیر یا دوسرے محرمات کو غیر مسلموں کے سامنے پیش کرنے کا عمل نہ کرے اس لئے کہ شراب پلانا یا اس کو دوسروں کے سامنے پیش کرنا حرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لعن اللہ الخمر وشاربھا و ساقیھا وبائعھا ومتاعھا و عاصر ھا و معتصر ھا و حاملھا والمحمولۃ الیہ۔

اللہ جل شانہٗ نے شراب پر اس کے پینے والے اور پلانے والے، اس کے بیچنے والے، اس کے خریدنے والے، اس کو نچوڑنے والے اور جس کے لئے نچوڑی جائے اور اس کے اٹھانے والے اور جس کے لئے اٹھا کر لے جائے، ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔

(ابوداؤد، کتب الاشربہ، باب الغیب یعصر للخمر، حدیث نمبر ۳۶۷۴، ۳۲۶/۳)

ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لعن رسول اللہ ﷺ فی الخمر عشرۃ عاصر ھا ومعتصر ھاوشاربھا وحاملھا والمحمولۃ الیہ وساقیھا وبائعھا وآکل ثمنھاوالمشتری لھا والمشتراۃ لہ۔

☆ یکرہ الایثار بالقرب ☆ عبادت میں ایثار مکروہ ہے ☆

حضور اقدس ﷺ نے شراب کے متعلق دس اشخاص پر لعنت فرمائی ہے شراب نچوڑنے والا، جس کے لئے نچوڑی جائے، اس کے بیچنے والا، اٹھانے والا، جس کے لئے اٹھائی جائے، پلانے والا، بیچنے والا، شراب بیچ کر اس کی قیمت کھانے والا، خریدنے والا، جس کے لئے خریدی جائے۔

(ترمذی شریف، کتاب البیوع، باب ماجاء فی بیع الخمر، حدیث نمبر ۱۳۱۳، ۳۸۰/۲)

ابن ماجہ میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ اسی طرح ہیں:

عاصرها، و معتصرها، والمعصورة له و حاملها والمحموله له و بائعها والمبيوع له وساقيها والمستقاة له۔

شراب نچوڑنے والا، نچوڑوانے والا، جس کے لئے نچوڑی جائے، اس کو اٹھانے والا، جس کے لئے اٹھائی جائے، اس کو فروخت کرنے والا، جس کو فروخت کی جائے، پلانے والا، جس کو پلائی جائے۔

(ابن ماجہ: ۱۱۲۲/۲۔ کتاب الاشربۃ، باب لعنت الخمر علی عشرۃ اوجہ، حدیث نمبر ۳۳۷۱)

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث روایت کی ہے:

قالت :لما نزلت الايات من آخر سورة البقرة خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فاقرا هن على الناس، ثم نهى عن التجارة فى الخمر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سورہ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو حضور اقدس ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور وہ آیات لوگوں کو پڑھ کو سنائیں اور پھر آپ ﷺ نے شراب کی تجارت اور خرید وفروخت کی ممانعت فرمادی۔

(بخاری شریف، کتاب البیوع، کتاب المساجد، وکتاب التفسیر، تفسیر سورۃ البقرۃ، مسلم شریف کتاب البیوع، باب تحریم بیع الخمر)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول مرفوعاً نقل کیا ہے کہ:

جس ذات نے شراب کو حرام قرار دیا ہے، اسی ذات نے اس کی خرید وفروخت بھی حرام قرار دی ہے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مسند میں یہ روائت نقل کی ہے کہ:

عن عبدالرحمن بن وعلة قال سالت ابن عباس فقلت انا بأرض لنا بها الكروم، وان اكثر غلاتها الخمر، فذكر ابن عباس ان رجلا اهدى الى النبى ﷺ راوية خمر، فقال له رسول الله ﷺ ان الذى حرم شربها حرم بيعها۔

☆ درء المفاسد اولى من جلب المصالح ☆

عبدالرحمٰن بن وعلة سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ ہم ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں ہمارے پاس انگور کے باغات ہیں اور ہماری آمدنی کا بڑا ذریعہ شراب ہی ہے اس کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شراب کی ایک مشک بطور ہدیہ کے پیش کی، حضور اقدس ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: جس ذات نے اس کے پینے کو حرام قرار دیا ہے اس کی خرید وفروخت کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ (مسند احمدؒ :۱/۲۴۴)

مندرجہ بالا احادیث سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ شراب کی تجارت بھی حرام ہے اور اجرت پر اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کر لے جانا، یا پلانا سب حرام ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فتوی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اگر کسی علاقے میں شراب بنانے اور اس کی خرید وفروخت کا عام رواج ہو، وہاں بھی کسی مسلمان کے لئے حصول معاش کے طور پر شراب کا پیشہ اختیار کرنا حلال نہیں، اور میرے علم کے مطابق فقہا میں سے کسی فقیہ نے بھی اس کی اجازت نہیں دی۔
(فقہی مقالات:۱/۲۵۲)

تعطیلات کی تنخواہوں کا حکم:

یہاں ایک مسئلہ یہ ہے کہ مدرسین اور خادمینِ دین کو جن کا ہفتہ میں ایک دن تعطیل کا ہوتا ہے یا سال میں بعض طویل تعطیلات دی جاتی ہیں ان کی تنخواہیں دی جائیں گی یا نہیں؟

اس سلسلہ میں یہ اصول ذہن میں رکھنا چاہیے کہ مدرسہ کی انتظامیہ کی حیثیت عوام کی طرف سے وکیل اور نمائندہ کی ہوتی ہے اور مدرسین بالواسطہ عوام کے اجیر ہوتے ہیں، اس طرح چندہ دینے والے عام لوگ مدرسین کے لئے جتنے دنوں کی رخصت با تنخواہ اور عام تعطیل کو گوارہ کریں اتنے دنوں اساتذہ کے لئے اس کا حق حاصل ہے، یہی حال بیماری کی رخصت کا بھی ہے، اب ظاہر ہے کہ ہر چندہ دینے والے سے اس کی تحقیق اور اس پر رائے لینا دشوار ہی نہیں تقریباً محال ہے، ان حالات میں دراصل عرف وعادت کا اعتبار ہے اور عرف یہ ہے کہ مدرسہ کی بڑی تعطیلات عموماً مشہور ہیں اور با تنخواہ اتفاقی اور مرض کی وجہ سے رخصت کا ضابطہ بھی عام ہے، اس کے باوجود عام مسلمان، مدرسوں کا تعاون کرتے ہیں اس پر اعتراض نہیں کرتے، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انہیں یہ رخصتیں اور تعطیلات گوارہ

☆جلب مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے☆

ہیں، لہٰذا ان کا تنخواہ لینا اور دینا جائز ہوگا۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم مصریؒ نے ''العادۃ محکمۃ'' کے اصول کے تحت اسے جائز رکھا ہے اور یہی رائے علامی شامیؒ کی بھی ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ کی بھی، فرماتے ہیں:

حیث کانت البطالة معروفة فی یوم الثلاثاء والجمعة وفی رمضان والعیدین یحل الاخذ وکذالو بطل فی غیر معتاد لتحریر درس الااذا نص الواقف علی تقیید الدفع بالیوم الذی یدرس فیه...قال الفقیه ابو اللیث ان یا خذ الاجر من طلبة العلم فی یوم لا درس فیه ارجون ان یکون جائزاً.(در المختار: ۳۸/۳)

ترجمہ: جہاں منگل اور جمعہ نیز رمضان کی عیدوں میں تعطیل رہا کرتی ہو ان دنوں کی تنخواہ لینا حلال ہے، ایسے ہی اگر خلاف عادت کسی دن درس قلم بند کرنے کے لئے فرصت دیدی تو بھی تنخواہ لے سکتے ہیں سوائے اس کے کہ وقف کرنے والا صرف ان ہی ایام کو تنخواہ دینے کی قید لگا دے جس میں درس ہوا کرے۔۔۔فقیہ ابو اللیثؒ نے کہا کہ اگر استاد طلبہ سے ایسے دن کی اجرت بھی لے جس میں درس نہ ہوا ہو تو امید ہے کہ یہ جائز ہوگا۔(جدید فقہی مسائل:۱/۳۹۳)

مجمع الفقہ اسلامی جدہ کے فقہی اجلاسوں کی قراردادیں
بعنوان جدید فقہی مسائل اور ان کا مجوزہ حل

ستر ملکوں کے علماءِ اسلام کے فتاوی و تحقیق کا نچوڑ

جدید فقہی مسائل کا بہترین مجموعہ

ناشر: اسلامک فقہ اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر 17777 کراچی

ملنے کا پتہ: مکتبہ ضیاء القرآن، فرید بکسٹال، مکتبہ جامعہ نعیمیہ، پروگریسو بکس لاہور

مکتبہ ضیاء القرآن، مکتبہ رضویہ، مکتبہ غوثیہ، مکتبہ فیض القرآن، مکتبہ الانور کراچی